تفسیر طبری کا فارسی ترجمہ

از مولانا ابو محفوظ الکریم المعصومی، استاذ الحدیث والتفسیر مدرسۂ عالیہ کلکتہ

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری (۲۲۴/۵ - ۳۱۰ ہجری) ہماری تاریخ کی نادر شخصیتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ تفسیر و حدیث، فقہ و دینیات اور تاریخ و ادبیات عربیہ میں ان کی تصانیف کو اساسی مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔ خاص طور سے ان کی تاریخ اور تفسیر کو ہر دور میں قبولِ عام حاصل رہا۔

عجم کی نشأۃِ ثانیہ کے ساتھ جب عربی زبان کا سرمایۂ علم و فن فارسی میں منتقل کیا جانے لگا۔ سامانی حکومت کی معارف پروری کے نتیجہ میں طبری کی تاریخ اور تفسیر کے ترجمے فارسی زبان میں نشر ہوئے۔ دونوں ترجمے فارسی نشریات کی تاریخ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ اس دور کی باقی ماندہ تالیفات بہت محدود ہیں۔

ترجمۂ تاریخ طبری | تاریخ طبری کا ترجمہ مشہور سامانی وزیر ابو علی محمد بن محمد البلعمیؒ (م ۳۶۳ ہجری) کی قلم کاری کا نمونہ ہے، بلعمی عبد الملک بن نوح (۳۴۳ - ۳۵۰ھ) کے عہد سے منصور بن نوح کے عہد تک (۳۵۰ - ۳۶۵ھ) منصبِ وزارت پر فائز رہا۔ اس نے منصور کی فرمائش پر تاریخ کا ترجمہ و خلاصہ فارسی میں مرتب کیا۔ ترجمہ تاریخ کا زمانہ خود بلعمی کی تحریر سے معین نہیں کیا جا سکتا، البتہ مجمل التواریخ و القصص کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تاریخ ۳۵۲ھ تسلیم کی گئی ہے۔[۳]

ترجمۂ تفسیر طبری بلعمی | تاریخ کی طرح ترجمۂ تفسیر طبری کا اہتمام منصور بن نوح کی فرمائش پر ہوا، لیکن اس ترجمہ کے سلسلہ میں ابو علی بلعمی کا ذکر نہیں آتا، ایک ایرانی فاضل غلام رضا ریاضی نے غلطی سے ترجمہ تفسیر یا کم از کم اس کے فارسی دیباچہ کو بلعمی کے آثار قلم میں شمار کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"از جملہ دلیلی کہ بزبان پارسی — کہ رشتہ آن تاکنون کشیدہ شدہ — دری اطلاق میشود۔ دیباچہ تفسیر طبریست کہ در زبان منصور بن نوح (۳۵۰ - ۳۶۵ھ) نوشتہ شدہ، ابو علی محمد بن بلعمی می نویسد: این کتاب تفسیر بزرگ است از روایات محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ کردہ بزبان پارسی دری راہ راست۔"

(دانش وران خراسان۔ ص ۱۲۳ ۱۳۳۶ھ) ترجمۂ تفسیر کے کام میں بلعمی کی شرکت کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔

دونوں ترجموں کی ترتیب زمانی ایرانی محققین ان دونوں ترجموں کی تاریخی ترتیب کے بارہ میں کوئی صحیح رائے قائم نہیں کرسکے۔ آقائے ملک الشعراء بہار نے قدیم ترین نثری کتابوں کو تاریخی ترتیب کے لحاظ سے شمار کرتے ہوئے ترجمۂ تفسیر کو دوسرے نمبر پر رکھا، اور اس طرح ترجمۂ تاریخ سے متقدم مان لیا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس کو تاریخ سے مؤخر بھی قرار دیا ہے ان کا بیان ہے "ترجمۂ تفسیر طبری کہ علماء ماوراء النہر بامر بادشاہ ابو صالح منصور بن نوح سامانی ترجمہ کردہ اند، تاریخ این ترجمہ معین نیست و نباید دیرتر از ترجمۂ تاریخ طبری صورت گرفتہ باشد۔" (سبک شناسی ج ۱ ص ۲۳۴)۔ دوبارہ انھوں نے ترجمۂ تفسیر پہ مستقل تبصرہ کے ضمن میں لکھا ہے:

"ایں کار یعنی ترجمۂ تفسیر محمد بن جریر طبری با ترجمۂ تاریخ ظاہراً در یک زمان ابتداء شدہ و باید در حدود ۳۵۲ھ یا سالے پیش دلپس باشد"۔ (سبک شناسی ج ۲ ص ۱۵)۔

قدیم فارسی نثریات پر اظہارِ خیال کرنے والوں میں آقائے عبدالحی حبیبی اور ڈاکٹر مہدی[۴] بیانی ان دونوں ترجموں کی بابت آقائے بہار کی تحقیق سے آگے نہیں بڑھتے۔ حالانکہ ترجمۂ تفسیر کے فارسی دیباچہ میں ایک ایسا فقرہ موجود ہے جو زمانۂ ترجمہ کو معین کردینے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ہم آئندہ بحث کریں گے بسردست اس ترجمہ کے قلمی نسخوں کے متعلق منتشر معلومات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

ایک انتباہ رضا زادہ شفق نے تاریخ ادبیات ایران میں ترجمۂ تفسیر پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ فقرہ لکھا ہے:"گزشتہ از نیہا یک نسخہ خطی ترجمۂ و تفسیر قرآن باقی ماندہ کہ بعضے مستشرقین تصور می کنند از دورۂ سامانی باشد"۔ یہ فقرہ ایجازِ مُخل کا نمونہ اور بسلسلۂ ترجمۂ تفسیر طبری غلط فہمیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ بہرحال ترجمۂ تفسیر طبری کے ایک سے زیادہ نامکمل نسخے موجود ہیں۔ اور اس ترجمہ کے بارے میں خاور شناسان مغرب نے ہمیشہ یہی لکھا ہے کہ یہ کارنامہ عہدِ سامانی کا ہے۔ علاوہ بر ایں اس ترجمہ کے کسی مخطوطہ کا انتساب عہد سامانی سے نہیں کیا گیا۔ غالباً شفق نے ترجمۂ تفسیر طبری سے نسخۂ کیمبرج کو خلط ملط کردیا ہے۔ جس کے تعارف میں براؤن نے بڑا قیمتی مقالہ ۱۸۹۴ء میں شائع[۶] کیا اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ تفسیر جو کسی عربی تفسیر کا ترجمہ نہیں، غالباً سامانی عہد میں مستقل طور پر لکھی گئی۔ اس تفسیر کی صرف دو جلدیں سوم اور چہارم

مکتوبہ ۶۲۸ھ/ ۱۲۳۱ء کیمبرج میں محفوظ ہیں اور ان کا مفصل تذکرہ دانش گاہ کیمبرج کی فہرست مخطوطات مرتبہ براؤن میں بھی درج ہے۔ بہر حال اس نسخہ کو ترجمۂ تفسیر طبری سے کوئی تعلق نہیں۔

ترجمہ تفسیر کے مخطوطات | ترجمہ تفسیر طبری کا کامل نسخہ ہماری موجودہ اطلاعات کی حد تک کسی ایک کتب خانہ میں محفوظ نہیں رہا۔ باقی ماندہ نسخوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے،

۱۔ ملک الشعراء بہار نے کتب خانۂ سلطنتی ایران کے ایک نسخہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔ جس کی ایک جلد (حصہ چہارم) مفقود ہے۔ بقیہ اجزا اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس کی کتابت ۶۰۶ھ ہجری میں ہوئی۔ پہلے یہ نسخہ مقبرۂ شیخ صفی الدین کے ذخیرۂ کتب میں تھا۔ بہار نے سبک شناسی میں اسی نسخہ کی رو سے فارسی دیباچہ کا اقتباس دیا ہے (سبک شناسی ج ۲ ص ۱۵)۔

۲۔ مکتبۂ ملیہ باریز میں زیر رقم ۲۵ صرف پہلی جلد محفوظ ہے۔ جو سورۃ النساء کی تفسیر پر تمام ہوتی ہے۔ یہ ایک قیمتی نسخہ کا بقیہ ہے جو تبریز کے ایک تاریخی کتب خانہ کے لئے لکھا گیا یا بہم پہنچایا گیا تھا۔ آخری ورق پر سنہری زمین میں یہ عبارت مرقوم ہے،

"لخزانۃ کتب المولی المعظم دستور الاعظم مقدم الحاج الحرمین ربیب الدنیا والدین ابی القاسم ھارون بن علی بن ظفر دندان بحق الشہداء (؟) حسن اللہ عاقبتہ" اس کی کتابت آذربائیجان میں ۶۰۷ ہجری تک ہوئی۔

علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے مقدمۂ مرزبان نامہ میں دیباچہ فارسی کا اقتباس اسی نسخہ کی رو سے نقل کیا اور اس نسخہ کی قدر و قیمت کے بارے میں یہ فقرہ لکھا ہے:

"وازنفائس ونوادر نسخ عدیم النظیر کتاب خانۂ ملی باریس نسخۂ الیست منحصر بفرد از ترجمۂ تفسیر کبیر محمد بن جریر طبری" الخ۔ لیکن اس نسخہ کو "منحصر بفرد" قرار دینا اُس وقت بھی درست نہ تھا۔ اس لئے کہ برٹش میوزیم کے نسخہ کا تذکرہ مخطوطاتِ عربیہ کی فہرست میں درج ہو چکا تھا۔

۳۔ برٹش میوزیم میں زیر رقم Dccc×IX نویں صدی ہجری کے ایک نسخہ کی پہلی جلد محفوظ ہے۔ جس کے اوراق کی تعداد ۳۵۸ ہے، کاتب اور کتابت کے بارے میں ترقیمہ کی عبارت ضروری معلومات فراہم کرتی ہے:

"تمت ھذا الکتاب بعون اللہ الوھاب بخط عبد الضعیف النحیف الراجی الی رحمۃ اللہ علیہ داود بن محمد کاتب کتاب خانہ خاص، بوقت ظہر یوم الجمعۃ سنۃ ثلاثۃ وثمانین وثمانمائۃ"

(۸۸۳ھجری/۱۴۷۸ء)۔

چارلس ریو کی مرتبہ مخطوطات فارسیہ[11] میں زیر رقم ۷۶۰۱ .9 .A اسی نسخہ کی بابت معلومات درج ہیں۔

۴۔ کتب خانہ رامپور میں ایک قدیم الخط نسخہ سورۃ النساء کی ابتدائی تفسیر تک موجود ہے۔ آیاتِ کریمہ کی کتابت خطِ ثلث میں اور تفسیری عبارتوں کی لکھائی خط تعلیق میں کی گئی ہے۔ عنوانات زیادہ تر بخط کوفی جلی قلم سے مرقوم ہیں۔ نسخہ کی تاریخ کہیں درج نہیں۔ لیکن اس کی نشاندھی کرنے والے حافظ نذیر احمد مرحوم کا اندازہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے لگ بھگ اس کی کتابت ہوئی ہو گی۔

۵۔ ایک قدیم نسخہ کے متفرق اوراق و اجزاء کا مجموعہ پہلے فورٹ ولیم کالج کے ذخیرہ میں تھا، اب ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں زیر شمارہ ۹۵۵ (فارسی) محفوظ ہے۔ اس مجموعہ سے عربی دیباچہ کا ابتدائی ورق ساقط ہے، فارسی دیباچہ پورا موجود ہے، شروع کے بہت زیادہ اوراق آب رسیدہ اور ناقابلِ قرات ہیں۔ یہ مخطوطہ سورۃ الکہف کے اوائل پر ختم ہو جاتا ہے۔ کل اوراق کی تعداد ۴۰۰ ہے۔ کتابت بخطِ ثلث شیر خرمہ سے ہوئی ہے۔ کاغذ زردی مائل سمرقندی ہے۔ تاریخ کتابت کے بارے میں ہمارا اندازہ ہے کہ چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوئی، اس سے زیادہ مؤخر نہیں ہو سکتی۔ مفصل تذکرہ ادینوف کی مرتبہ فہرست[12] میں درج ہے۔ آئندہ اسی نسخہ کے حوالہ جات اس مضمون میں ملیں گے۔

ترجمۂ تفسیر کی کہانی | ترجمۂ تفسیر کی سرگزشت بہت دلچسپ ہے۔ فارسی دیباچہ اسی سرگزشت پر مشتمل ہے، سطور ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:۔

"تفسیر[14] محمد بن جریر طبری کا ایک نسخہ چالیس اجزاء میں بغداد سے لایا گیا۔ اور امیر سید ملک مظفر ابو صالح منصور بن نوح بن نصر بن احمد بن اسمٰعیل کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس ضخیم عربی تفسیر کا مطالعہ کرنا امیر کو دشوار معلوم ہوا۔ ان کی خواہش ہوئی کہ اس کا ترجمہ زبان فارسی میں کیا جائے۔ ماوراء النہر کے علماء کو جمع کر کے ان سے رائے لی گئی۔ سب نے تحریری طور پر تفسیر کے فارسی ترجمہ کو جائز اور درست قرار دیا۔ اس جماعت میں ماوراء النہر کے تقریباً ہر علاقہ بخارا، بلخ، سمرقند، اسبیجاب اور فرغانہ وغیرہ کے علماء شامل تھے۔ ان کی پذیرائی اور ان سے گفت و شنید کی خدمت ابوالحسن فائق الخاصہ سے متعلق تھی جس نے بحکم امیر منصور بن نوح ان فضلاء میں سے منتخب افراد کے ذمہ ترجمہ کا کام سپرد کیا۔ ترجمہ سے روایتی سندیں حذف کر دی گئیں اور متون پر اکتفا کیا گیا۔ (پوری تفسیر کا ترجمہ ۱۴ اجزء میں ابتدائے آفرینش سے پیغمبر علیہ السلام کی وفات تک کے

واقعات پر مشتمل تھا۔ مزید ۶ جزو کا اضافہ ان واقعات کی وجہ سے کیا گیا جو وفات نبوی کے بعد سے مؤلف تفسیر محمد بن جریر کی وفات کے بعد ۳۴۵ھ ہجری تک پیش آئے اس طرح یہ کارنامہ بیس جزو میں تمام ہوا، لیکن سہولت کے مدنظر سب اجزار سات مجلدات میں تقسیم کر دیئے گئے۔" ؎۹

ترجمہ کے نگران | دیباچہ میں جن مشاہیر علماء کے نام درج ہوئے ہیں ان کی فہرست ذیل میں کلکتہ، ایران اور برٹش میوزیم کے نسخوں کی رو سے پیش کی جاتی ہے :۔

	نسخۂ کلکتہ	نسخہ سلطنتی ایران	نسخہ موزہ برلیطانیہ
۱	ابو بکر محمد بن الفضل الہمام بخاری	ــــــــ	ابو بکر محمد بن فضل الانام بخاری
۲	ابو بکر محمد بن اسماعیل الفقیہ "	ــــــــ	" محمد بن اسمٰعیل الفقیہ "
۳	ابو بکر احمد بن حامد "	فقیہ ابو بکر بن احمد بن حامد بخاری	ابو بکر احمد بن حامد الفقیہ "
۴	ــــــــ	خلیل بن احمد سجستانی	خلیل بن احمد سجستانی جہد العلاءَ (؟)
۵	محمد بن علی عن باب الہند۔	ابو جعفر محمد بن علی بلخ	ابو جعفر محمد بن علی بلخ عن باب الہند۔
۶	الحسن بن علی بن مندوست الفقیہ	الحسن بن علی مندوسی	ــــــــ
۷	ــــــــ	ابو الجہم خالد بن ہانی المتفقہ	ابو الجہم خالد بن ہانی المتفقہ

تقابلی فہرست سے ظاہر ہے کہ سقوط اور تحریف و تصحیف کی مختلف صورتیں مذکورہ بالا نسخوں میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان سب علماء کی شناخت بہت دشوار ہے۔ ان میں سے صرف چار نام ایسے ہیں، جن کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنی کوشش کا خلاصہ درج ذیل ہے :۔

ابو بکر محمد بن الفضل الہمام (؟) جن کے نام کے ساتھ برٹش میوزیم کے نسخہ میں 'الانام' آتا ہے یقینی طور پر محمد بن الفضل الکماری ہیں۔ نسخۂ کلکتہ اور نسخہ برٹش میوزیم میں الہمام اور الانام کا لفظ در اصل الامام کی تصحیف ہے۔ سمعانی کی کتاب الانساب[۱۵] میں الفضلی کے تحت ان کا نام "ابو بکر محمد بن الفضل امام بخارا"

؎۹ یہ عبارت آگے آنے والی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے، اس سے بجائے ترجمہ تفسیر طبری کے ترجمہ تاریخ طبری کا گمان ہوتا ہے، تفسیر نہ ابتدائے آفرینش سے شروع ہوتی ہے نہ ۳۵۴ھ ہجری کے حوادث پر ختم ہوتی ہے، ہمارے خیال میں یہاں خلط مبحث ہو گیا ہے۔ (مدیر)

درج ملتا ہے۔ ان کی نسل میں پانچویں چھٹی ہجری تک بعض جلیل القدر علماء اور محدثین گزرے ہیں، جو الفضلی کی نسبت سے مشہور رہے۔ محمد بن الفضل نے نیشاپور میں فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے ایک مشہور استاذ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب السندمونی تھے۔ بخارا میں محمد بن الفضل کی مجلسِ املاء منعقد ہوتی تھی، انھوں نے نیشاپور میں بھی ایک موقع پر درسِ حدیث دیا۔ رمضان ۳۸۱ھ ہجری کے عشرہ اخیرہ میں بروز جمعہ وفات پائی[16] الفوائد البہیہ کی عبارت سے تاریخ وفات ۳۷۱ھ معلوم ہوتی ہے۔

الکماری کی نسبت سمعانی کے یہاں بالراء المہملہ ہے اور کاف مفتوح ہے۔ لیکن الکفوی نے اس نسبت کے بارے میں زرنوجی کی تعلیم المتعلم کے حوالہ سے یہ لکھا ہے:۔

"وکما ذکرہ[17] ضبطہ الزرنوجی فی تعلیم المتعلم لضم الکاف و فتح الزاء المعجمۃ"

زرنوجی کی تعلیم المتعلم کے مصری ایڈیشن میں یہ نسبت یکسر مذکور نہیں۔[18]

ابوبکر احمد بن حامد بخاری کا تذکرہ پیشِ نظر کتب تراجم و رجال میں نہیں ملتا۔ بظاہر ابوبکر محمد بن حامد بن علی البخاری مراد ہیں جو بخارا میں علماء احناف کے سرخیل، بڑے مناظر، زہد و کرم میں یگانہ اور عزلت گزینی میں ممتاز زمانہ تھے۔ ۳۸۳ھ ہجری میں انتقال کیا، اہلِ بخارا کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ ان کی وفات پر تمام دکانیں تین دن تک بند رکھی گئیں (الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۳۹ - ۴۰ رقم ۱۳۱)

خلیل بن احمد سجستانی کا نام تاریخ سیستان میں مقامی علماء کی فہرست میں ملتا ہے۔ آقائے بہار نے ان کے تعارف میں مخطوطہ احیاء الملوک کا یہ فقرہ نقل کیا ہے[19]:

"خلیل بن احمد سجستانی معاصر ملک مظفر صالح بن نوح سامانی و راوی حدیث است و در فقہ بے نظیر بودہ"

خلیل بن احمد کا تذکرہ سمعانی کی الانساب میں لفظ السجزی کے تحت موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ "قاضی ابو سعید خلیل بن احمد بن محمد بن الخلیل بن موسیٰ بن عبداللہ بن عاصم السجزی بلند پایہ فاضل تھے، انہوں نے عراق، خراسان، شام اور حجاز کا سفر کیا اور بلند مرتبہ ائمہ سے ملاقات کی، ان سے احادیث کی روایت کی گئی، صاحبِ تصانیف تھے، ماوراء النہر کے مختلف مقامات میں قاضی اور دیوان المظالم کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان سے ابو عبداللہ الحاکم اور ابو عبداللہ الغنجار وغیرہ نے روایت کی۔ ان کی پیدائش ۲۳ محرم ۲۹۱ھ میں سجستان میں ہوئی تھی۔ اواخر جمادی الآخری ۳۷۶ھ فرغانہ میں

وفات پائی[21]۔ الجواہر المضیئۃ کا بیان ہے کہ ۳۶۸ھ میں سمرقند میں وفات ہوئی[22]۔ نسخہ برٹش میوزیم میں ان کے نام کے ساتھ 'جہد العلماء' کا لفظ ملتا ہے، جو ہمارے خیال میں 'جہبذ العلماء' ہے۔ الجواہر المضیئۃ میں 'السجزی' مصحف ہوکر 'الشجری' بن گیا ہے۔

ابوجعفر محمد بن علی جو تمام نسخوں میں بلخی قرار دیئے گئے ہیں، ہمارے خیال میں ان کے والد کا نام تغیرو تبدل سے محفوظ نہیں رہا۔ بظاہر ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد الفقیہ البلخی الہندوانی مراد ہیں۔ جن کی وفات بخارا میں ذوالحجہ ۳۶۲ھ میں ہوئی[23]۔ مخطوطۂ کلکتہ و برٹش میوزیم کے یہ الفاظ ہیں "واز بلخ چون ابوجعفر محمد بن علی عن باب الہند"۔ نسخہ سلطنتی ایران میں بھی یہی الفاظ ہیں لیکن آقائے بہار نے کسی غلط فہمی کی بنا پر عن باب الہند سے پہلے ایک واؤ قوسین مرلعین میں بڑھا کر اس کا تعلق الحسن بن علی مندوسی سے جوڑ دیا ہے۔ قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ باب الہند سے مراد "باب ہندوان" ہے جو بقول سمعانی بلخ کا ایک مشہور محلہ تھا۔ اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ابوجعفر الہندوانی کہا گیا۔ سمعانی کے الفاظ[24] ہیں:- " وانما قیل لہ الہندوانی لانہ من محلۃ ببلخ یقال لہا باب ہندوان ینزل فیہا الغلمان والجواری التی تجلب من الہند اخبرت بہا غیر مرۃ"۔ کفوی[25] نے اس بیان کے علاوہ ابوالمحامد محمود کا یہ فقرہ بھی نقل کیا ہے:- " الہندوان بکسر الہاء حصار ببلخ وہذہ النسبۃ الیہ"۔

بہر حال ہمارا خیال ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی اور ابوجعفر محمد بن عبداللہ دونوں ایک ہیں۔

بقیہ افراد (شمارہ: ۲، ۶، ۷) جن کے بارے میں ہمارے پاس تعارف کا کوئی خاص ذریعہ سر دست موجود نہیں، قرائن بتاتے ہیں کہ حنفی فقہاء تھے اور حکومت کی نظروں میں ان کا خاص وقار تھا۔ دیباچہ میں ان مشاہیر علماء کے نام کی صراحت سے ظاہر ہے کہ ترجمہ تفسیر کا کارنامہ انہی لوگوں کی نگرانی میں انجام کو پہنچا تھا۔

ترجمۂ تفسیر کی تاریخ | ایرانی محققین نے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے ترجمۂ تفسیر کی تاریخ سے کوئی نتیجہ خیز بحث نہیں کی ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ آقائے بہار نے بھی فارسی دیباچہ کا طویل اقتباس درج کرنے کے باوجود اس طرف توجہ نہیں فرمائی، بلکہ اس کے آخری فقرے کو حذف کر دیا اور اس کی اہمیت محسوس نہیں کی۔ مذکورہ بالا سرگزشت میں ۳۴۵ھ کی صراحت ہمارے خیال میں اہم اور زمانۂ ترجمہ کے تعین میں بہت کار آمد ہے۔ اصل فقرہ مع سباق و سیاق نقل کیا جاتا ہے[26]:- "...... و این را بیست مصحف

گردانیدند، و ازیں جملہ چہاردہ مصحف نہادند تفسیر قرآن از اوّل کون عالم تا آن وقت کی پیغامبر ما از جہان بیرون شد و وحی از آسمان گسستہ شد تا آن وقت چہاردہ مصحف فرد نہادہ اند ہر یکے[27]۔ یک تا جملہ تفسیر قرآن باشد۔ پس وفاۃ پیغامبر علیہ السلام تا ایں وقت کہ محمد بن جریر الطبری ازیں جہان بیرون شد۔ اندر سال سیصد و چہل و پنج بود از ہجرت۔ پس شش مصحف دیگر فرو نہادیم تا ایں ہمہ بیست مصحف تمام شد۔"

بیاض اور قدیم طرزِ تعبیر کی وجہ سے عبارت کسی قدر پیچیدہ ہوگئی ہے۔ لیکن اس سے اصل مدعا کے ثبوت میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ "سال سیصد و چہل و پنج" کے الفاظ سے "ایں وقت" کی وضاحت ہوتی ہے اور ہم اس نتیجہ تک پہنچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ منصور بن نوح سامانی کا شغف فارسی تراجم سے یکایک تخت نشینی کے بعد ہی پیدا نہیں ہُوا۔ بلکہ دورِ شاہزادگی میں مطالعہ کتب اور علمی مشاغل میں دلچسپی لینے کا اس کو زیادہ موقع تھا۔ اسی دَور میں اس نے فارسی ترجمہ تفسیر کی طرف توجہ مبذول کی اور اس عظیم الشان کارنامہ کا اہتمام کیا۔ اگر اس ترجمہ کا اہتمام منصور کی تخت نشینی کے بعد کا واقعہ ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ۳۴۵ھ ہجری کے واقعات پر اکتفا کرنے کی کیا وجہ ہوئی۔

ترجمہ تفسیر کا درجہ بلحاظ قدامت | مذکورہ بالا صراحت کے نتیجہ میں ترجمہ تفسیر طبری کو نہ صرف ترجمۂ تاریخ پر بلکہ مقدمۂ شاہنامہ ابو منصوری پر بھی تقدم زمانی حاصل ہے[28]۔ یہ مقدمہ محققین کے حلقہ میں ۳۴۶ھ ہجری کا نوشتہ سمجھا جاتا ہے[29]۔ ادھر تھوڑے عرصہ میں بعض ایرانی فضلاء نے اس سے قدیم تر کتابوں کا سراغ بہم پہنچانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ آقائے عبدالحی حبیبی، کشف المجوب کو نثر فارسی کا قدیم ترین نمونہ قرار دیتے ہیں[30]۔ ان کے دعوٰی کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس کا مؤلف ابو یعقوب سگزی ۳۳۱ھ میں قتل کیا گیا، لیکن اسماعیلی لٹریچر کے مشہور محقق ادیوف کی مدلل تصریحات[31] سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو یعقوب سگزی ۳۶۰ھ ہجری تک یقینی طور پر زندہ رہا۔ لہذا کشف المجوب کو قدیم ترین کتاب قرار دینا درست نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ڈاکٹر مہدی بیانی نے موجودہ تالیفات فارسی میں ابوالقاسم اسحٰق سمرقندی کے ایک فقہی و اعتقادی رسالہ کو قدیم ترین قرار دیا ہے[32]۔ یہ رسالہ ڈاکٹر بیانی کو خواجہ محمد پارسا کی ایک تالیف کے ضمن میں بطور انتخاب ملا۔ چونکہ ابوالقاسم سمرقندی کا انتقال ۳۴۲ھ ہجری میں ہُوا۔ لہذا اس رسالہ کو قدیم ترین تالیف کہنا صحیح ہے اور ترجمہ تفسیر طبری کا درجہ اس کے بعد ہی قرار پاتا ہے۔ مقدمۂ شاہنامۂ ابو منصوری اس سے ایک سال مؤخر اور ترجمۂ تاریخ طبری کم و بیش سات سال بعد کا کارنامہ ہے۔ ہمیں ڈاکٹر محمد جواد مشکور

کے اس بیان سے اتفاق نہیں کہ "ترجمہ تاریخ طبری پس از رسالہ در فقہ حنفی تصنیف حکیم ابوالقاسم بن محمد سمرقندی (متوفی در ۳۴۲ھ)۔ مقدمہ شاہنامہ ابو منصوری، قدیم ترین سند موجود نثر فارسی است" ۲۳

مترجمین کا طریق کار | تفسیر کے ترجمہ میں عوام کے ذوق مطالعہ کو مدنظر رکھا گیا ہے اور دقیق علمی مباحث روایتی اسانید اور تمام ایسے مواد جن کی اہمیت خواص کے نقطۂ نظر سے ہوتی ہے حذف کر دیئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اعراب وغریب کی تحقیق و توجیہہ قراءات و اختلاف مصاحف کی تفصیل فقہی احکام و اجتہادات کی تشریح اصل تفسیر میں جس بسط و تفصیل کے ساتھ ملتی ہے، ترجمہ سے یک قلم خارج کر دی گئی ہے۔ البتہ انبیاء، سابقین، اقوام قدیمہ، پھر عہد رسالت اور بعد کے تاریخی واقعات پر زور ڈالا گیا ہے۔

نسخۂ کلکتہ کے پیش نظر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مترجمین نے اپنا یہ طریقہ رکھا تھا کہ قرآن پاک کی آیتیں مناسب مقدار میں یکجا نقل کر دیں اور بین سطور میں تحت اللفظی ترجمہ ثبت کرتے جائیں۔ پھر روایتی قصص تاریخی واقعات مستقل سرخیوں کے تحت درج کئے جائیں۔

تاریخی و اَدَبی اہمیت | تفسیر کے فنی رموز و متعلقات سے قطع نظر اس ترجمہ کی اہمیت شک و شبہ سے بالا ہے، اس لئے کہ اس کارنامہ کو چوتھی صدی ہجری کے منتخب علماء نے بڑے اہتمام سے انجام دیا تھا۔ فارسی ادبیات کی تاریخ میں یہ ترجمہ قدیم ترین نسخۂ تفسیر ہے، اور اس کے ذریعہ قدیم ترین ترجمۂ قرآن ہماری دست رس میں ہے، علاوہ ازیں قدیم فارسی کے اسالیب نگارش کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔

قدامت سبک و اسلوب کے اعتبار سے ترجمۂ تفسیر کی چند خصوصیات جو سرسری مطالعہ میں نظر آئیں یہاں ان کی نشان دہی کر دینا ضروری ہے، عہد سامانی کی باقی ماندہ نگارشات میں بھی یہی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ جملے چھوٹے چھوٹے، سادہ اور رواں ہیں، ان میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں۔

۲۔ ذال فارسی کا عام استعمال ہے، نیز مندرجہ ذیل حروف کی کتابت قدیم رسم الخط کے مطابق ہے:

ب = پ، ج = چ، ک = گ، انج = انچه، انک = انکه، کی = که، کبا شد = که باشد، کخدائی = که خدای، بدانک = بدانکه۔

۳۔ علامت نہی (مہ) کی جداگانہ کتابت مثلاً مہ خورید = مخورید، مہ پندار = مپندار۔

۴۔ افعال کا استعمال فرا، فرو، ہمی وغیرہ کے ساتھ۔

۵ - عربی الفاظ کی جمع بصیغۂ فارسی مثلاً خلیفتان، مومنان، کافران۔

۶ - علامت مفعول (را) کا حذف کر دینا۔

۷ - مجہول صیغوں کا بصیغۂ معروف ترجمہ کرنا۔

۸ - بعض قدیم الفاظ کا استعمال۔

سبک فارسی کے مشہور محقق آقائے بہار نے اس ترجمہ کی لسانی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "مختصات این کتاب قریب بترجمہ تاریخ است جز آنکہ رنگ ترجمہ از وے آشکار تر است تا در تاریخ و ناگزیر لغات قرآنی در وے زیاد تر است و گاہے لغات فارسی غریب کہ در ترجمہ کلمات قرآنی بدان نیازمند بودہ اند، نیز آوردہ اند۔" اقتباسات ذیل نشاندادہ خصائص کی وضاحت کے لئے کافی ہوں گے۔

ایک آیت کی تفسیر سورۃ المائدہ کی ایک آیت رقم ۵۴ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

(آیت کریمہ :- انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون ٥)

(نسخہ کلکتہ برگ ۲۰۱) "خلافت علی بن ابی طالب[۳۴]: امان این آیت کی خدای گفت عزوجل، انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الایہ، درشان علی بن ابی طالب آمدہ است۔ وسبب این بود کہ پیغامبر زندہ بود، روزی علی بہرکت[۳۵] اندر نماز ہمی کرد۔ سائلی اندر آمد، وچیزے خواست چوں برکوع اندر شد انگشتری بیرون کرد، وبسایل داد، پس خلیفتی امیر نص گشت ولکن از پس عثمان۔ پس اگر گویند کہ این ہردو[۳۶] آیہ از یک سورہ بوذ، ویک جائے بالیستی کہ ہردو خلیفت بوذندی بگوئی کی اندر حکمت (برگ ۲۰۲) این روانہ باشد، از بہر آنکہ ہریکی را رائی وتدبیری دیگر باشد، آنکہ کارہا مختل ماندی، وآیت بوبکر بپش آمد۔ واگر گویند چرا عثمان وعمر از بپش بنشستند، وانکہ علی بنشست جواب دہ از بہر انک جون پیغامبر از دنیا رفت، خلق با ابوبکر بیعت کردند، ومردمان از روز کار او عدل وانصاف بدیذار آمد۔ وہمہ بر سیرت پیغامبر برفت، وہرجہ از بوبکر موجود آمد از کار خراجہا واحکام دین وکار خلق وتدبیر، ہمہ صواب بوذ۔ و ہرج او کرد بذان مانست کی وحی اسمانست۔ وخلق بدنداز آمذ کہ او عالم تر است وزاہد تر، وشجاع تر، وسدید رای تر ست، ودشمن اسلام بروز کار او مقہور شدند۔ پس خلق کردن نہادند، وآنجا بوذ کہ علی کفت۔ بوبکر مردی بوذ کہ خدای او را صدیق خواند، ودر زمان پیغامبر خلیفت نماز بوذ، واین خبر بوعلی سلامی

اندر کتاب تاریخ[37] آوردہ است، با سنادی درست از ضحاک[38] مزاحم از علی کرم اللہ وجہہ ۔ پس چون سیرت بوبکر چون سیرت پیغامبر بوذ، و این حالہا از موجود امدہ، بوقت مرگ عمر را خلیفت کرد، مردمان دانستند کان ہم از (برگ ۲۰۲ ب) رایہا سدید اوست، عمر را اندر پذیر فتند و او را کردن نہادند، و مخالف نشد ند۔ و عبد اللہ بن مسعود گویذ، و عثمان نیز گویذ کہ استاذ ترین اندر فراست سہ تن بوذ ند، یکی عزیز مصر در کار و بیع یوسف، دو دیگر دختر شعیب کہ پذر را گفت یا پذر موسیٰ بمزد گیر، کہ امین است و زور مند، و سوم بوبکر بوذ کہ بذان ہنگام عمر را خلیفت کرد بر خلق ۔ و تا جہان باشد روز کار عمر تاریخ گشتہ است بر نیکو ترین صورتی و سیرتی، پس چون عمر را دشتہ زدن (؟ زدند) و حال بر وی بگردید، گفتند خلیفتی را نصب کن۔ گفت نصب نکنی (نکنم) میان شش تن مشورت کنیذ، میان عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص۔ پس چون عمر از دنیا برفت میان ایشان مشورت کردند، اتفاق بر عثمان افتاد۔ پس مردمان ہمچنانک عمر را بیعت کردہ بوذند بر عثمان بیعت کردند۔ از بہرانک عثمان بزرگ بوذ، و از شریفان بوذ و سخی بوذ و زاہد بوذ۔ پس مردمان او را اندر پذیر فتند و کردن نہادند۔ پس چون عثمان اندر گذشت و کار بعلی رسیذ علی بنشست و خلیفتی حق او را بوذ۔ پس اگر گویند چون است کہ اندرین آیت نہ نام (برگ ۲۰۳) بوبکر است و نہ نام علی، و نیز آیتہا ست و حروفہای آن بر جمع نہ بر واحد۔ بگوی کاندر قرآن این را مانند بسیار است کخدای بلفظ جمع یاد کردہ است و مراد ازان واحد است۔ و چیزی بوحدان یاد کردہ است و مراد ازان جمع است، و بلغت عرب و اشعار متقدمان بسیار روذ۔ چنانک حق تعالیٰ گفت: "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین" گفت من مردم را بیافریدم از گل پس کردم او را نطفہ اندر جاگاہی قرار کرفتہ۔ و مثل این بسیار است در قرآن۔"

مندرجہ بالا اقتباس کا طبری کی اصل تفسیر[39] سے مقابلہ کیجیے۔ طبری نے شانِ نزول کے سلسلہ میں بنیادی طور پہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔ مترجمین نے ان میں سے صرف ایک کا انتخاب کیا اور دوسری روایت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ منتخب روایت پر جملہ تفریعات اضافی ہیں ان سے اصل تفسیر کو کوئی تعلق نہیں۔ مترجمین کا یہ فقرہ — "پس خلیفتی امیر نص گشت و لکن از پس عثمان" دو متضاد نظریوں کا دلچسپ آمیزہ ہے جس پر مفصل[40] تبصرہ کرنے کا یہ موقع نہیں، البتہ اس بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ یہاں مترجمین نے جو نہج اختیار کیا ہے اس سے ملتا جلتا نہج اسی دَور کے ایک معروف فقیہ و مفسر ابوبکر احمد

بن علی الرازی الجصاص (م ٣٧٠ھ) کا رہا ہے ۔[٤١]

منتخبات | جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، مترجمین نے ترجمۂ تفسیر کے علاوہ قرآن پاک کا تحت اللفظ ترجمہ بھی کیا تھا غالباً اس سے قدیم تر ترجمۂ قرآن اب موجود نہیں اس ترجمہ کے منتخب فقرے درج ذیل ہیں:-

١ - لا یؤاخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم ط	نہ گیرد شمارا خدای بفضول اندر سوگندان شما ولکن بگیرد شمارا بدانچ بعمدا[٤٢] همی دارید سوگندان شمار (برگ ٧٥)
٢ - ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین -	ومہ سست شوید ومہ تیمار دارید، وشما برتران اید، اگر هستید مومنان ۔ (برگ ١٤٢/ب)
٣ - ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم الی اموالکم -	ومہ بدل کنید پلید را بہ پاک، ومہ خورید خواستهاشان با خواستهاشما ۔ (برگ ١٤٨)
٤ - والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتاب اللّٰہ علیکم ج -	وپاکیزگان از زنان مگر انچ باز شما باشد دستهای شما نبشتہ خدای ۔ (برگ ١٥١/ب)
٥ - وآتوهن اجورهن بالمعروف محصنٰت غیر مسافحات ولا متخذات اخدان	وبدهید ایشانرا کاوینهاشان بنیکوئی پاکیزگان باشند نکنند کار پلید و نہ گیرندگان دوستان (برگ ١٥٢)
٦ - یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل -	یا شما کو منانید مہ خورید خواستها شما میان شما بناحق ۔ (برگ ١٥٢/ب)
٧ - ولا یظلمون نقیرا -	ونہ ستم کند شان بنقطۂ خرما سفالی (برگ ١٦٦)
٨ - وما یتلی علیکم -	وانچ خوانند بر شما (برگ ١٦٦/ب)
٩ - فقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم -	وصیت انکسهارا کہ بدادند کتاب از پیش شما ۔ (برگ ١٦٧)
١٠ - الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین -	انکسها کہ همی گیرند کافران دوستان از فرود گروندگان (برگ ١٦٨)
١١ - لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین -	مگیرید کافران دوستان از بیرون گروندگان (١٦٨/ب)

۱۲ - لن يستنكف المسيح ان يكون عبد الله ولا الملائكة المقربون ـ	ننگ ندارد عیسی کباشد بنده خدای ونه فریشتگان نزدیکان - (۱۷۳)
۱۳ - فامّا الذين اٰمنوا بالله واعتصموا به فسيدخلهم فى رحمة منه وفضل ـ	اما انکسها که بگرویدند بخدای، ودست اندر زدند بدو، اندر آرد ایشانرا اندر بخشایشی ازو وفضلی (برگ ۱۷۴/ب)
۱۴ - ......أن صدوكم عن المسجد الحرام ـ	کہ بازداشتند شمارا از مزگت حرام (برگ ۱۸۴)
۱۵ - ......وان تستقسموا بالازلام ـ	وان نیز کہ عهد بندید بگروکان[۴۳] (برگ ۱۸۴/ب)
۱۶ - وطعام الذين اوتوا الكتٰب حل لكم ـ	وطعام انکسها کہ بدادند کتاب حلال باشد شمارا - (برگ ۱۸۵)
۱۷ - فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق ـ	بشوهید[۴۴] رویها خویش ودستها خویش تا دارن[۴۵] ـ (برگ ۱۸۵/ب)
۱۸ - حتى يلج الجمل فى سم الخياط ـ	تا اندر رو ذاشتر اندر سوراخ درزن[۴۶] (برگ ۲۳۹)
۱۹ - ويبغونها عوجا ـ	وبجویند کژی (برگ ۲۳۹/ب)
۲۰ - والذى خبث لا يخرج الانكدا ـ	وانک شوریده باشد بیرون نیارذ مکر دشخواری[۴۷] ـ (برگ ۲۴۱)
۲۱ - اذ جعلكم خلفاء ـ	کی کردتان خلیفتان (برگ ۲۴۶/ب)
۲۲ - وانقلبوا صاغرين ـ	وبازگشتند تشویر زده - (برگ ۲۴۵)
۲۳ - ان هذا لمكر مكرتموه ـ	کی این سگالشی است کہ سگالیدید - (برگ ۲۴۵/ب)
۲۴ - افرغ علينا ـ	فروفرست برما - (برگ ۲۴۵/ب)
۲۵ - استعينوا بالله ـ	نیرو خواهیذ از خذای - (برگ ۲۴۶)
۲۶ - فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ـ	داستان وی همچون داستان سگ است اگر چیزی بروے نهی زبان فرو هلذ واگر بگذاری اورا زبان فرو هلذ (برگ ۲۵۷)
۲۷ - واستفزز من استطعت منهم بصوتك ـ	وبلغزان[۴۸] انراکی توانی از ایشان ببانگ (۳۸۳/ب)
۲۸ - كبرت كلمة تخرج من افواههم ـ	بزرگا سخنے بیرون همی آیذ از دهان ایشان (برگ ۳۸۹/ب)
۲۹ - وان يستغيثوا يغاثوا بماء كالمهل	واگر فریاذ خواهند فریاذ رسند ایشان بآبی چون دردی

یشوی الوجوہ۔	گداختہ بریان کند رویہا۔ (برگ ۳۹۲)
۳۰۔ اولئک لہم جنات عدن تجری من تحتہم الانہار یحلون فیہا من اساور من ذھب ویلبسون ثیابا خضرا من سندس و استبرق متکئین فیہا علی الارائک۔	ایشانند کہ ایشانرا بوستانہای میا ملین (؟) ہمی روذ از زیر ایشان جویہا۔ پیرایہ کنند شان اندر آنجا دستورنجنہا از زر و بوشند جامہای سبز از دیبای تنک و دیبای سطبر تکیہ زدگان اندر آنجا بر تختہا۔ (برگ ۳۹۲)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد (۲/۱۶۲/۱۶۹) الفہرست لابن الندیم (۲۲۴-۲۲۵)، الانساب للسمعانی (برگ ۳۶۷)، المنتظم، لابن الجوزی (سنہ ۳۱۰ھ)، ابن خلکان (۱/۴۵۶)، ارشاد الاریب للیاقوت (۱۸ص ۴۰-۹۴)، انباہ الرواۃ للقفطی (۳/۸۹-۹۰)، ذہبی: تذکرۃ الحفاظ (۲/۲۵۱)، تہذیب الاسماء واللغات (۱/۷۸-۷۹)، طبقات الشافعیۃ (۲/۱۳۵-۱۴۰) و دیگر کتب رجال و طبقات۔

۲۔ بلعمی کی تاریخ وفات کے لئے دیکھئے (ترکستان۔ ص۱۰ حاشیہ ۱)، سبک شناسی (ج ۱ ص ۲۲۴-۲۲۵) سنہ ۲۵۶ ہجری۔ طباعت کی غلطی ہے، لاہور ۱۹۵۵ م۔

۳۔ دیکھئے سبک شناسی (ج ۲ ص ۸)، ترجمۂ تاریخ طبری (قسمت مربوط با یران) مقدمہ (ص ۲۴)

۴۔ ارمغان علمی: مقالہ حبیبی۔ ص ۵۱-۶۴، مقالہ بیانی۔ ص ۲۲۲-۲۳۰)۔

۵۔ تاریخ ادبیات ایران۔ ص ۵۳۔

۶۔ جنرل رائل ایشیاٹک سوسائٹی: J.R.A.S, 1894, PP, 417-524,

۷۔ ای جی براؤن: E.G. BROWN: A CATALOGUE OF THE PERSIAN MANUSCRIPTS IN THE LIBRARY OF THE UNIVERSITY OF CAMBRIDGE, P,P, 13-37.

۸۔ ای، بلوشے: E. BLOCHET: CATALOGUE DES MANUSCRIPTS PERSANS DE LA BIBLIOTHEQUE NATIONALE, VOL. I No: 25, PARIS, 1905

۹۔ مقدمہ مرزبان نامہ۔ سلسلہ مطبوعات نگارجب ص ۱۵-۱۶۔

۱۰ - کیورٹن-ریو: CURETON-RIEU:- CATALOGUES CODICUM MANUS-
-CRIPTORUM ORIENTALIUM QUI IN MUSES BRITANNICO,
PARS II CODICES MUHAMMEDANI, P.P.37- 371-LONDON,1838.

۱۱ - سی-ریو: C, RIEU: CATALOGUE OF THE PERSIAN MANUSCRI-
-PTS IN THE BRITISH MUSEUM, VOL I, 8-9, LONDON, 1897

۱۲ - این-احمد: N. AHMAD: NOTES ON IMPORTANT ARABIC
AND PERSIAN MSS.... NO: 11 (JRASB 1917),

۱۳ - ڈبلیو-ادینوف: W. IVANOW CONCISE DESCRIPTIVE CATALO-
-GUE OF THE PERSIAN MANUSCRIPTS IN THE COLLE-
-CTION OF THE ASIATIC SOCIETY OF BENGAL,
CALCUTTA, 1924-

(ڈاکٹر صفا نے کتب خانۂ آستانہ قدس رضوی کے ایک نسخہ کا ذکر کیا ہے اس کی تفصیل پیش کرنے سے میں فی الحال قاصر رہا۔ اسی طرح استوری نے ترکی ترجمہ کا ذکر کیا ہے)۔

۱۴ - نسخہ کلکتہ - رقم ۹۵۵ (فارسی) - برگ ۳ - ۴/ب - فہرست برٹش میوزیم عربی ص ۳۷۱ - ۳۷۰، سبک شناسی (ج ۲ ص ۱۵ - ۱۶)، مقدمہ مرزبان نامہ" سیہ - تیو" (تذکار جب) دکتر ذبیح اللہ صفا: تاریخ ادبیات در ایران - (ج ۱/ ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۱۳۳۸ھ)

۱۵ - سمعانی: الانساب - ورق ۴۲۹/ب -

۱۶ - الجواہر المضیئہ - ج ۲ ص ۱۰۷ - ۱۰۸ -

۱۷ - الکفوی: اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار (مخطوط - ورق ۱۲۳/ب نسخہ بوہار شمارہ: ۲۵۵ (عربی) نیشنل لائبریری کلکتہ) -

۱۸ - تعلیم المتعلم مطبوعہ مصر ۱۹۴۸ء، محمد بن الفضل کا ذکر صرف ایک مرتبہ آیا ہے کسی نسبت کے بغیر - (ص ۵۱) -

۱۹ - تاریخ سیستان - ص ۲۰ (حاشیہ ۱) ۲۰ - کذا، صحیح: ابو صالح (منصور) بن نوح -

۲۱ - سمعانی، الانساب: ۲۹۱۶ - ۲۲ - الجواہر المضیئۃ - ج ۱ ص ۲۲۴ رقم ۵۹۳ -

۲۳- الانساب: ۲۶ ۵۹، الجواہر المضیئۃ ۲/۶۸ رقم ۲۱۱۔ ۲۴- الانساب: ۲۶ ۵۹۔
۲۵- اعلام الاخیار۔ مخطوط ورق ۱۲۰/ب رقم ۲۵۵ ذخیرہ بوہار۔
۲۶- ترجمہ تفسیر طبری۔ مخطوطہ کلکتہ۔ ورق ۴-۴/ب (رقم ۹۵۵ ف)۔ (۲۷)۔ بیاض فی الاصل۔
۲۸- دکتر ذبیح اللہ صفا نے عام روش کے بموجب ترجمہ تفسیر کو ترجمہ تاریخ کا متقارن بتایا ہے۔ (دیکھئے: تاریخ ادبیات در ایران۔ ج ۱ ص ۶۱۹)۔
۲۹- اس مقدمہ کو علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے شائع کیا۔ [دیکھئے بیست مقالہ (ج ۲/۲۴)، سبک شناسی (ج ۱ ص ۲۲۴): تاریخ ادبیات در ایران ج ۱ ص ۶۱۲ تا ۶۱۵]
۳۰- حبیبی: قدیم ترین نسخ زبان فارسی (مشمولہ ارمغان علمی۔ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۵۱-۶۴)۔
۳۱- اوینوف: IVANOW:-STUDIES IN EARLY PERSIAN ISMAILISM, 119(1), 163.
۳۲- قدیم ترین نمونۂ نثر فارسی موجود (مشمولۂ ارمغان علمی۔ ص ۲۲۲-۲۳۰)۔
۳۳- ترجمۂ تاریخ طبری (قسمت مربوط با یران) مقدمہ: ص ۲۴-۲۵۔ تہران ۱۹۵۹ء۔
۳۴- اصل مخطوطہ کی تمام ترخطی خصوصیات نقل میں ملحوظ رہی ہیں۔
۳۵- مزکت۔ مزگت بفتح اوّل وکسر کاف فارسی مسجد۔
۳۶- دوسری آیت زیر بحث آیت سے پہلے ہے (المائدہ آیت رقم ۵۲: یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ۔ الآیہ۔ اس آیت کی شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ "فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور ان کی جماعت ہے۔ آیت کی تفسیر میں مترجمین نے حضرت ابوبکر کی خلافت سے مستقل عنوان کے تحت بحث کی ہے اور اس آیت کو ان کی خلافت کے سلسلہ میں نص کا مرتبہ دیا ہے۔
۳۷- چوتھی صدی کا ایک مؤرخ ابوالحسین علی بن احمد سلامی گذرا ہے جس کی کتاب اخبار ولاۃ خراسان کی تلخیص کی نشاندہی سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ میں کی ہے (ص ۳۹-۱۲۶)، ابن خلکان کے یہاں اس کے اقتباسات یا حوالجات ملتے ہیں، کتاب کا نام کبھی "تاریخ ولاۃ خراسان" کبھی "کتاب

اخبار ولاۃ خراسان" اور ایک موقع پر صرف "اخبار خراسان" آتا ہے۔ اس کی دوسری کتاب "نتف الطرف" یا "النتف والطرف" بھی ہے۔ سلامی کا حوالہ البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ میں بھی آتا ہے اور اس کے ایک مخطوطہ سے کتاب کا نام کتاب التاریخ معلوم ہوتا ہے۔ (الآثار الباقیہ ص ۲۲۲ لیبزج ۱۸۷۸ء)، بارتھولڈ نے اس مؤرخ کا صحیح نام ابو علی حسین بن احمد السلامی بتایا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: (بارتھولڈ۔ ترکستان مقدمہ ص ۱۰ اگب میموریل سیریز (جدید ۵) (FRANZ POSENTHAL: A HISTORY OF MUSLIM HISTORIO-GRAPHY, P. 252 (5), 1952) پر موقع عبارت قدیم ترین سند ہے جس میں ابو علی سلامی اور اس کی تالیف کتاب تاریخ کا حوالہ آیا ہے۔ سلامی کا حوالہ حمزہ بن یوسف سہمی کی تاریخ جرجان میں بھی آتا ہے (تاریخ جرجان۔ ص ۱۹۴ دکن ۱۹۵۰ء)، روایت کا تعلق اخبار خراسان سے ہے۔

۳۸۔ حالات اور روایتی حیثیت کے لئے ملاحظہ کریں: میزان الاعتدال ج ا ص ۱۷۴ رقم ۲۸۸۴ طبع مصر، مفتاح السعادۃ ج ا ص ۴۰۴ طبع دکن، الاتقان ج ۲ ص ۲۲۲ مصر ۱۹۴۱ء۔ ضحاک کی وفات ۱۰۵ یا ۱۰۶ ہجری میں ہوئی۔

۳۹۔ جامع البیان۔ ج ۶ ص ۱۶۵ المیمنیہ مصر۔

۴۰۔ زیرِ بحث شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین کے مختلف رجحانات کے لئے دیکھئے: اسباب النزول للواحدی (ص ۱۴۹-۱۴۸ مصر ۱۳۱۵ھ)، مفاتیح الغیب للرازی (ج ۳ ص ۴۲۴ مصر ۱۳۰۸ھ)، نظام القرآن نیشاپوری (ہامش تفسیر الطبری ج ۶ ص ۱۴۶)، تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (ج ۲ ص ۷۱ مصر ۱۹۳۷ء)، فتح القدیر للشوکانی (ج ۲ ص ۵۰ مصر ۱۳۵۰ھ)، ابن تیمیہؒ نے اس روایت کو خبر موضوع کہا ہے (المنتقی من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اھل الرفض و الاعتزال۔ ص ۶۶ مصر ۱۳۷۴ھ)، الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر (ص ۵۶۔ اواخر کشاف جزء رابع مصر ۱۳۵۴ھ)، التفسیر المظہری (ج ۳ ص ۱۴۱-۱۴۰ ندوۃ المصنفین دہلی)، تفسیر المنار (ج ۶ ص ۴۴۳-۴۴۲)۔

۴۱۔ الجصاص، احکام القرآن (ج ۲ ص ۵۴۲-۵۴۱ مصر ۱۳۴۷ھ) (باقی ص ۱۶۹ پر)